چودھواں فقہی سمینار

- ☆ غیر مسلم ممالک میں آباد مسلمانوں کے اہم مسائل
- ☆ اسلام اور امن عالم
- ☆ جلاٹین
- ☆ الکحل
- ☆ نئے وقف کا قیام

سوالنامہ:

غیر مسلم ممالک میں آباد مسلمانوں کے کچھ اہم مسائل

مسلمانوں کی بہت بڑی تعداد ایسے ملکوں میں آباد ہے جہاں غیر مسلموں کی اکثریت ہے اور وہاں سیاسی، تہذیبی اور اقتصادی اعتبار سے غیر مسلموں کو غلبہ حاصل ہے، ان ملکوں کے حالات جہاں مسلمان اقلیت میں ہیں، ان علاقوں سے قطعی مختلف ہیں جہاں مسلمانوں کی اکثریت ہے، اور خاص طور پر جب مسلمان کسی ایسے ملک میں ہوں جہاں سیاست کی باگ ڈور غیر مسلموں کے ہاتھ میں ہو اور مسلمان اس موقف میں نہ ہوں کہ وہ نظام سیاست کو خالص اسلامی تعلیمات پر استوار کرسکیں۔ یہی وجہ ہے کہ حالات اور مواقع کی تبدیلی سے احکام بھی مختلف ہوتے ہیں، اور ہر عہد کے فقہاء بطور ایک قاعدہ شرعیہ اس بات کو تسلیم کرتے آئے ہیں کہ ضرورت کے مواقع اور عمومی حالات یعنی اضطرار واختیار دونوں کے احکام ایک دوسرے سے مختلف اور علاحدہ ہوتے ہیں، چنانچہ قرآن وحدیث کے شواہد کی روشنی میں فقہاء نے ایک مستقل قاعدہ مقرر کیا ہے: ''لا ينكر تغير الأحكام بتغير الزمان''، اسی طرح ائمہ مجتہدین میں سے خود امام شافعی فرماتے ہیں: ''يجوز في الضرورة ما لا يجوز في غيرها'' (الأم ۴/۱۶۸)، اور ظاہر ہے کہ جہاں مسلمان غیر مسلم اقوام کے ساتھ رہ رہے ہوں، اور زمام اقتدار ان کے ہاتھوں میں نہ ہو، وہاں وہ اسلامی نظام کے غلبہ والے ملک کا سارویہ اختیار کرنے سے قاصر ہیں، لہذا ایسی تنگی کی کیفیت میں ان کے لئے وسعت وسہولت کی راہ نکالنا علماء امت کے لئے ضروری ہے، جیسا کہ فقہاء کے یہاں مسلمہ قاعدہ ہے: ''إذا ضاق الأمر اتسع'' (الأشباہ والنظائر)۔ اسی بنیاد پر بعض معاصر اہل علم نے ''فقہ الاقلیات'' پر مستقل موضوع کی حیثیت سے بحث اور غور وفکر کی طرف توجہ دلائی ہے۔

اس پس منظر میں کچھ اہم مسائل درپیش ہیں جن میں سے ایک مسئلہ غیر مسلموں کے ساتھ مسلمانوں کا الیکشن میں حصہ لینا ہے، اور دوسرا مسئلہ بقائے باہم اور سماجی میل جول کا ہے، پہلا مسئلہ بنیادی طور پر نئے سیاسی نظام کے تحت پیدا ہوا ہے، اس لئے ظاہر ہے کہ قرآن وحدیث میں اس کا صریح حکم نہیں مل سکتا، اور فقہاء متقدمین ومتاخرین کے یہاں بھی اس مسئلہ کی صراحت ووضاحت ملنی مشکل ہے، اس لئے کہ فقہاء کے اجتہادات بھی اپنے عہد کے واقعات اور احوال سے متعلق ہوتے ہیں۔

پس اس مسئلہ پر غور کرنے کے لئے تین بنیادی باتیں پیش نظر رہنی چاہئیں:

اول: یہ کہ موجودہ جمہوری نظام اپنی بنیادی فکر کے اعتبار سے اسلام کے سیاسی تصورات سے مکمل طور پر ہم آہنگ نہیں ہے۔

دوم: یہ کہ حالت اختیار اور حالت مجبوری کے احکام الگ الگ ہیں۔

سوم: یہ کہ اگر دو مفاسد سامنے ہوں اور دونوں سے بچنا ممکن نہ ہو تو پھر کمتر درجہ کے مفسدہ کو گوارا کیا جاسکتا ہے۔

اگر ان باتوں کو سامنے رکھ کر غور کیا جائے تو صورت حال یوں بنتی ہے کہ ووٹ دینے کی صورت میں یہ مفسدہ ہے کہ پارلیمنٹ میں بعض اوقات ایسے بھی قوانین طے پائیں جو احکام شرعیہ سے معارض ہوں یا مسلمانوں کے قومی وملی مفادات کے مغائر ہوں۔

اور دوسری طرف یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ آج کے جمہوری نظام میں ووٹ بہت بڑی طاقت ہے، اور اسی طاقت کے اعتبار سے سیاسی اور سماجی زندگی میں قوموں کا درجہ ومقام متعین ہوتا ہے اور اس کے حقوق کی حفاظت ہوتی ہے، اگر مجالس قانون ساز میں مسلمانوں کی نمائندگی ہو، یا ایسے ارکان موجود ہوں جن کے انتخاب میں مسلم ووٹ اثر انداز رہا ہو، تو ان کے ذریعہ نہ صرف مسلمانوں کے قومی بلکہ ان کے مذہبی مفادات کا بھی تحفظ ہوتا ہے، اگر مسلمان ایسے ممالک میں الیکشن سے بالکل کنارہ کش ہوجائیں تو سیاسی اور قومی سطح پر ان کی کوئی اہمیت ہی باقی نہیں رہے گی بلکہ بعض حالات میں وہ مذہبی حقوق سے بھی محروم ہوسکتے ہیں۔

چنانچہ اس پس منظر میں درج ذیل سوالات پیدا ہوتے ہیں:

۱- اس وقت دنیا کے اکثر ممالک جمہوری نوعیت کے ہیں، جن میں انتخابات کے ذریعہ حکومت بنتی ہے، ان انتخابات میں تمام بالغ مردوں اور عورتوں کو ووٹ دینے کا حق ہوتا ہے، جو لوگ الیکشن میں امیدوار ہوتے ہیں، انہیں اپنے آپ کو امیدواری کے لئے امیدوار کی حیثیت سے پیش کرنا پڑتا ہے، پھر جب عوامی انتخاب سے اسمبلی اور پارلیامنٹ وجود میں آتی ہے تو پارلیامنٹ کے تمام اراکین کو ملک کے دستور سے وفاداری کا حلف اٹھانا پڑتا ہے اور ظاہر ہے کہ پارلیامنٹ بہت سے ایسے قوانین بھی وضع کرتی ہے جو شریعت اسلامی کے مغائر بلکہ اس سے متصادم ہوتے ہیں تو:

الف: کیا ان ممالک میں مسلمانوں کا الیکشن میں حصہ لینا، الیکشن میں امیدوار بننا، ووٹ دینا، کسی امیدوار کے لئے انتخابی مہم چلانا شرعاً جائز ہوگا؟

ب: چونکہ ان انتخابات سے مسلمانوں کے ملی اور مذہبی مفادات بھی متعلق ہوسکتے ہیں، تو کیا اس بنیاد پر مسلمانوں کے لئے ووٹ دینا شرعاً واجب قرار دیا جاسکتا ہے؟

ج: اگر بعض ایسی سیاسی جماعتیں الیکشن میں حصہ لیتی ہوں جنہوں نے اعلانیہ اسلام اور مسلمانوں کی مخالفت کو اپنی جماعت کا مقصد بنالیا ہو، لیکن ان کے بعض امیدوار ذاتی اعتبار سے نیک خصلت ہوں اور مسلمانوں کے ساتھ ان کا رویہ مناسب ہو تو کیا مسلمانوں کے لئے ان کی جماعتی فکر سے قطع نظر اشخاص وافراد کے ذاتی حالات کی بنا پر انہیں ووٹ دینا جائز ہوگا؟ اور کیا خود مسلمانوں کے لئے ایسی سیاسی جماعتوں میں شمولیت درست ہوگی؟

د: اور کیا انتخابات کے موقع پر غیر مسلم سیاسی پارٹیوں سے ملی مفادات کے تحت معاہدے، ان میں شرکت اور ان کی حمایت کی جاسکتی ہے یا نہیں، اور شرعاً اس کی کیا حیثیت ہوگی؟

ھ: معروف کو پھیلانا، منکر سے روکنا، انسانیت کے نفع کے لئے کام کرنا اور معاشرہ میں عدل وانصاف اور امن وسلامتی کی فضا قائم کرنا امت مسلمہ کا شرعی فریضہ ہے، ان مقاصد کے لئے بعض اوقات سماج کے مختلف طبقات سے تعاون حاصل کرنا پڑتا ہے اور ایسا بھی ممکن ہے کہ بعض دفعہ غیر مسلم بھائیوں کے ساتھ مل کر ان کاموں کو انجام دیا جائے، تو کیا سماج کی مشترکہ ذمہ داریوں اور اچھی باتوں کی ترویج اور منکرات کو روکنے کے لئے غیر مسلم بھائیوں کے اشتراک کے ساتھ کام کیا جاسکتا ہے اور ایسے ادارے اور تنظیمیں قائم کی جاسکتی ہیں جن میں مسلمان غیر مسلموں کے ساتھ مل کر ان مقاصد کو حاصل کرنے کی کوشش کریں؟

۲- جہاں مسلمان غیر مسلم اقوام کے ساتھ رہتے ہیں، وہاں سماجی زندگی میں ایک دوسرے کی قربت کی وجہ سے مختلف مسائل پیدا ہوتے ہیں۔ اس سلسلہ میں درج ذیل سوالات قابل توجہ ہیں:

الف: کیا مسلمانوں کے لئے مخلوط آبادی میں رہائش پذیر ہونا بہتر ہے تا کہ وہ غیر مسلموں کو اسلامی اخلاق و کردار کے ذریعہ متاثر کرسکیں، یا اپنی علاحدہ آبادیاں بنانا بہتر ہے تا کہ وہ غیر مسلموں کے تہذیبی اثرات سے محفوظ رہ سکیں؟

ب: ایک ساتھ رہنے کا تقاضہ ہوتا ہے کہ خوشی وغم میں ایک دوسرے کی شرکت ہو، اس سلسلہ میں دشواری اس وقت پیش آتی ہے جب غیر مسلم دوست یا پڑوسی کے یہاں کسی کا انتقال ہوجائے، کیا مسلمان ایسے مواقع پر ان کے جلوس جنازہ میں شرکت کرسکتے ہیں یا نہیں؟ آخری رسومات کے وقت میت کے پاس رہ سکتے ہیں یا نہیں؟ بعض لوگ غیر مسلم میتوں کے لئے قرآن پڑھ کر ایصال ثواب بھی کرتے ہیں، کیا شریعت میں اس کی کوئی گنجائش ہے؟

ج: غیر مسلم حضرات اپنے تیوہاروں اور دوسری تقریبات کے موقع پر مٹھائیاں اور ان کے عقیدہ کے مطابق تبرکات اپنے مسلمان دوستوں کو پیش کرتے ہیں، یہ تقریبات مذہبی بھی ہوتی ہیں اور غیر مذہبی بھی جیسے شادی، بچہ کی پیدائش وغیرہ سے متعلق، اور جو تحفے دیئے جاتے ہیں وہ بھی دو طرح کے ہوتے ہیں، بعض بتوں پر چڑھائے ہوئے اور بعض بغیر چڑھائے ہوئے، ہمارے برادران وطن ان کو ''پرشاد'' کہتے ہیں، تو ایسی چیزوں کا قبول کرنا اور کھانا جائز ہے یا نہیں؟

د: باہمی میل جول کی وجہ سے ایسا بھی ہوتا ہے کہ غیر مسلم حضرات مسجدوں میں تعاون پیش کرتے ہیں، مسلمانوں کے مذہبی جلسوں میں چندہ دیتے ہیں، بعض حضرات دینی مدارس کا تعاون کرتے ہیں، پھر وہ اپنی عبادت گاہوں کی تعمیر اور مذہبی تیوہاروں اور جلسوں وغیرہ کے لئے مسلمانوں سے تعاون کے خواستگار ہوتے ہیں، تو کیا مسلمانوں کے لئے ان کی اس طرح کی اعانتوں کو قبول کرنا اور ان کی مذہبی تقریبات اور عبادت گاہوں کی تعمیر کے لئے تعاون کرنا درست ہوگا؟

ھ: آج کل ایک رجحان یہ پیدا ہورہا ہے کہ مختلف قومیں ایک دوسرے کی مذہبی تقریبات میں شریک ہوں، اور ان میں تعاون کریں، چنانچہ رمضان المبارک اور عید وغیرہ کی مناسبت سے بہت سے غیر مسلم سماجی اور سیاسی قائدین مسلمانوں کے ساتھ افطار میں شریک ہوتے ہیں، عید کی تہنیتی تقریب رکھتے ہیں، اسی طرح مسلمانوں سے بھی اس بات کی توقع رکھی جاتی ہے کہ وہ بھی دوسرے مذہبی گروہوں کے تہواروں میں شریک ہوں۔

الف- تو کیا مسلمانوں کے لئے ایسی تقریبات میں شریک ہونا جائز ہے؟

ب- اور کیا غیر مسلم بھائیوں کو ان کے تیوہاروں کی مبارکباد دینا درست ہے؟

۳- مسلمان اقلیتیں بعض ایسے مسائل سے بھی دوچار ہوتی ہیں جن کو دوسری قومیں محض ایک سیاسی اور قومی مسئلہ سمجھتی ہیں، لیکن مسلمان انہیں مذہبی نقطۂ نظر سے دیکھتے ہیں، اس سلسلہ میں چند سوالات خاص طور پر علماء اور ارباب افتاء کے لئے قابل توجہ ہیں:

الف: آج کل اکثر ملکوں میں جھنڈے کو سلامی دینے کا رواج ہے، اور اسے جھنڈے کا احترام سمجھا جاتا ہے، شرعی نقطۂ نظر سے کیا یہ درست ہے؟

ب: بعض ملکوں میں ایسے قومی ترانے مروج ہیں جن میں مشرکانہ مضامین شامل ہیں، خود ہندوستان میں وندے ماترم پڑھنے کو کہا جاتا ہے، جس میں ارض وطن کی معبودیت کا تصور پایا جاتا ہے، کیا مسلمانوں کے لئے اس قسم کے ترانوں کا پڑھنا جائز ہوگا؟

ج: جو ادارے ملک کے باشندوں کو انصاف فراہم کرتے ہیں وہ ملک میں مروج قانون شہادت یا دوسرے قوانین کی وجہ سے بعض اوقات ایسے فیصلے بھی کرسکتے ہیں جو اسلامی اور شرعی نقطۂ نظر سے درست نہیں ہوں، ایسے معاملات میں اگر دونوں فریق مسلمان ہوں تو انہیں کیا رویہ اختیار کرنا چاہئے؟ اور جس فریق کے حق میں فیصلہ ہوا ہے کیا اس کے لئے اس سے استفادہ کرنے کی گنجائش ہے؟

۴-امت مسلمہ بنیادی طور پرایک ایسی امت ہےجس کولوگوں تک حق کی دعوت پہنچانے کے لئے بھیجا گیا ہے،اس کے لئے ایک طرف یہ بات ضروری ہے کہ خود یہ امت فکرصحیح کی حامل ہو، حالات چاہےموافق ہوں یا ناموافق وہ احکام دین پر عامل ہو، دوسری طرف بندگان خدا کے ساتھ اس کا تعلق محبت و ہمدردی اوراخوت ونصرت کا ہو۔اس پس منظر میں چند سوالات قابل توجہ ہیں:

الف: موجودہ دور میں عالمی سطح پراس بات کی کوشش کی جارہی ہے کہ لوگوں میں تمدنی اورثقافتی وحدت پیدا ہوجائے، ثقافتی انجذاب اور تہذیبی انضمام کی اس کوشش میں مذہب کوسب سے بڑی رکاٹ سمجھا جاتا ہے،اس کے لئے مغرب نے ایک کوشش تو یہ کی کہ مذہب کو انسان کی عملی زندگی سے علاحدہ کردیا،اور کچھ عباداتی رسوم ہی اس کے دائرہ میں باقی رکھی گئیں، مذہب کومزید بےاثر کرنے کے لئے دوسری کوشش یہ کی جارہی ہے کہ کہا جاتا ہے کہ راستے الگ الگ ہیں لیکن منزل ایک ہی ہے،اوران مذاہب کی حیثیت ایک ہی منزل تک جانے والےمختلف راستوں کی ہے، بہت سے مسلمان دانشور بھی اس فکر کے اسیر ہوتے جارہے ہیں، اسلامی نقطۂ نظر سے کیا یہ کسی بھی درجہ میں قابل قبول ہے؟

ب: دنیا کےبعض علاقوں میں غیرمسلموں کا ایک طبقہ دوسرے طبقہ کوظلم اوراستحصال کا شکار بنائے ہوا ہے، ہندوستان میں ایک بہت بڑی آبادی جودلت کہلاتی ہے،صدیوں سے ہندوؤں میں اونچی ذات سمجھے جانے والےطبقہ کے مظالم کا شکار ہے، جن کوسیاسی، سماجی اور معاشی اعتبار سے پسماندہ بنائے رکھنے کی منظم اورمنصوبہ بند کوشش ہوتی رہی ہے، اسی طرح بعض ملکوں میں کالی اور گوری نسل کے درمیان تفریق روارکھی گئی ہے،اس صورت حال میں اس مظلوم طبقہ کےتئیں مسلمانوں کا کیا رویہ ہونا چاہئے؟ کیا مسلمانوں پر انسانی اخوت کے رشتہ سے ان کا تعاون کرنا ایک مذہبی فریضہ ہے؟ یا چونکہ حکومت کی باگ ڈوران کے ہاتھ میں نہیں ہے، اس لئے وہ اس بارے میں جواب دہ نہیں ہیں؟

ج: یہ بات ظاہر ہے کہ اسلام میں خدمت خلق کی بڑی اہمیت ہے،اورقرآن وحدیث میں مختلف طریقوں پراس کی ترغیب دی گئی ہے، لیکن یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ دوسرے اہل مذاہب سے امت مسلمہ کا رشتہ اخوت انسانی پر مبنی ہے،اورمسلمانوں سے اس کا دوہرا تعلق ہے،ایک انسانی بھائی چارہ کا،اوردوسرے اسلامی اوایمانی اخوت کا، ان حالات میں مسلمان اگرخدمت خلق کا کوئی ادارہ قائم کریں، جیسے ہاسپیٹل وغیرہ، توانہیں ان اداروں سے غیرمسلم حضرات کونفع پہنچانے میں کیا صورت اختیارکرنی چاہئے؟ اسلامی نقطۂ نظر سے ایسے اداروں کومسلمانوں کے لئےمخصوص رکھنا بہتر ہے، یا بلاتفریق مذہب تمام لوگوں کے لئے خدمت واعانت کے دروازہ کوکھلا رکھنا؟

د: جب کوئی قدرتی آفت آتی ہے، جیسے زلزلہ، سیلاب، متعدی امراض وغیرہ، تواس کا اثر سماج میں بسنے والےتمام ہی لوگوں پر پڑتا ہے، اورسبھی لوگ مدد کےمحتاج ہوتے ہیں، بدقسمتی سے ہندوستان میں بعض فرقہ پرست عناصرایسے ہیں کہ ایسی مصیبت کی گھڑی میں بھی وہ مختلف طبقات کے درمیان تفریق وامتیاز سے کام لیتے ہیں، مسلمانوں کی بھی بہت سی تنظیمیں ایسے مواقع پرریلیف کا کام انجام دیتی ہیں،توان حالات میں برادران وطن کےساتھ مسلم تنظیموں کوکیا رویہ اختیارکرنا چاہئے؟

☆☆☆

سوالنامہ:

اسلام اور امن عالم

اسلام امن وآشتی اور صلح وسلامتی کا مذہب ہے، اس نے انسانی زندگی کی حرمت کو اتنی اہمیت دی ہے کہ ایک شخص کے قتل کو پوری انسانیت کے قتل کے مترادف قرار دیا ہے، اور اگر کسی مسلمان ملک میں غیر مسلم اقلیت آباد ہو تو اس کی جان و مال اور عزت وآبرو کے تحفظ کا پورا لحاظ رکھا گیا ہے، نیز نجی زندگی سے متعلق معاملات میں انہیں اپنے مذہب پر چلنے کی آزادی دی گئی ہے، اس نے نہ صرف ظلم وتعدی سے روکا ہے بلکہ ظلم کے جواب میں بھی دوسرے فریق کے بارے میں حد انصاف سے متجاوز ہوجانے کو ناپسند کیا ہے اور انتقام کے لئے بھی مہذب اور عادلانہ اصول وقواعد مقرر کئے ہیں۔

لیکن بدقسمتی سے زیادہ تر اسلام کے خلاف پروپگنڈہ کی نیت سے اور کسی قدر غلط فہمیوں کی بنا پر اس وقت عالمی سطح پر اسلام اور مسلمانوں کو دہشت گردی سے جوڑ دیا گیا ہے اور اس جھوٹ کو اس قدر دہرایا گیا ہے کہ اب ایک طبقہ اسلام اور دہشت گردی کو مترادف سمجھنے لگا ہے، ان حالات میں علماء، فقہاء اور ارباب افتاء کی ذمہ داری ہے کہ دہشت گردی کے بارے میں اسلامی نقطۂ نظر کو واضح کریں اور اسلام نے امن، صلح، عدل، مذہبی رواداری اور غیر مسلم بھائیوں کے ساتھ حسن سلوک کی جو ہدایات دی ہیں، ان کو واضح کریں، تاکہ لوگوں کے سامنے اسلام کی حقیقی اور سچی تصویر آسکے۔

اس پس منظر میں درج ذیل سوالات آپ کی خدمت میں پیش ہیں:

۱- اسلامی نقطۂ نظر سے دہشت گردی کی تعریف اور حقیقت کیا ہے؟

۲- یہ ایک حقیقت ہے کہ بعض اوقات حکومتیں اپنے ملک میں بسنے والے تمام طبقات کے ساتھ عدل ومساوات کا سلوک نہیں کرتیں، بلکہ بعض طبقات کے ساتھ سیاسی ومعاشی ناانصافی روا رکھی جاتی ہے، اور کبھی تو ان کے جان ومال کے تحفظ میں بھی دانستہ کوتاہی سے کام لیا جاتا ہے یا سرکاری سطح پر ایسی تدبیریں کی جاتی ہیں کہ وہ طبقہ جانی ومالی نقصان سے دوچار ہو تو کیا حکومتوں کے اس غیر منصفانہ اور ظالمانہ رویہ پر بھی دہشت گردی کا اطلاق ہوگا؟

۳- اگر کسی گروہ یا طبقہ کے ساتھ ناانصافی روا رکھی جاتی ہے تو اس پر احتجاج اور ردعمل کا اظہار جائز ہے یا واجب؟ اس پر روشنی ڈالتے ہوئے اس بات کو بھی ملحوظ رکھا جائے کہ کیا مظلوم کا ظلم کے خلاف اٹھ کھڑا ہونا بھی دہشت گردی کے دائرہ میں آتا ہے؟

۴- اگر ایک طبقہ کی طرف سے ظلم وزیادتی ہو جس میں اس طبقہ کے کچھ افراد شریک ہوں تو کیا مظلوموں کو ظلم کرنے والے گروہ کے ان لوگوں سے بدلہ لینا جائز ہے جو بے قصور ہوں اور جو خود اس ظلم میں شامل نہ ہوں؟

۵- جہاں بھی دہشت گردی پیدا ہوتی ہے وہاں اس کے کچھ بنیادی اسباب ومحرکات ہوتے ہیں، جیسے کسی گروہ کے ساتھ معاشی یا سیاسی ناانصافی، یا کسی گروہ کے اندر طاقت وقوت کے ذریعہ حکومت اور معاشی وسائل پر تسلط حاصل کرلینے کی خواہش، ان اسباب کے

تدارک کے لئے اسلام کیا ہدایات دیتا ہے؟

٦- اگر کسی گروہ یا فرد کی جان و مال یا عزت و آبرو پر حملہ کیا جائے تو اس کے دفاع کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ حتی المقدور مدافعت واجب ہے، مباح ہے یا مستحب؟ نیز حق مدافعت کے حدود کیا ہیں؟

☆☆☆

سوالنامہ:

سماج کے سنگین مسائل کے حل کے لئے اوقاف کا قیام

اسلام دین فطرت ہے، اس کی تعلیمات دنیا وآخرت میں انسان کی کامیابی کی ضامن ہیں، عقائد وعبادات سے لیکر اخلاق ومعاملات ہر میدان میں اسلام کے احکام وتعلیمات اتنی جامع اور مکمل ہیں کہ ان کو اختیار کرنے اوران پر عمل آوری سے نہ صرف آخرت کی فلاح یقینی بن جاتی ہے بلکہ دنیا کے مختلف میدانوں میں انسان کی زندگی خوشگوار، پر امن اور اطمینان بخش ہو جاتی ہے۔ یہ بات محتاج بیان نہیں کہ معاشیات اور اقتصادیات کے سلسلہ میں اسلامی تعلیمات اتنی جامع اور مکمل ہیں کہ ان پر عمل پیرا ہونے سے سماج میں معاشی توازن پیدا ہوتا ہے اور ہر طبقہ کی معاشی ضروریات حسن وخوبی کے ساتھ پوری ہوتی ہیں۔

اسلام نے سماج کے نادار اور بے سہارا طبقوں اور افراد کو اوپر اٹھانے اوران کی ضروریات کو پورا کرنے کے لئے ایسی بہت سی تعلیمات دی ہیں جن کی انفرادی اور اجتماعی سطح پر عمل آوری سے کمزور طبقات وافراد کو سہارا ملتا ہے، وہ اپنے پاؤں پر کھڑے ہونے کے لائق بنتے ہیں اوران کا نہ صرف معاشی معیار بلکہ علمی وفکری معیار بھی بلند ہوتا ہے۔

اسلام کے مالیاتی نظام میں وقف کو ایک بنیادی حیثیت حاصل ہے، مختلف احادیث وآثار میں وقف کی اہمیت بیان کی گئی ہے، اس کی ترغیب دی گئی ہے اور اسے صدقۂ جاریہ قرار دیا گیا ہے، اسلامی تاریخ کے ہر دور میں غریبوں اور مسکینوں کی ضروریات کو پورا کرنے، انہیں معاشی طور پر خود کفیل بنانے، مسلمانوں کو علوم وفنون سے آراستہ کرنے، مریضوں، پریشان حالوں کی حاجت روائی کرنے اور اصحاب علم وفضل کا معاشی تکفل کرنے میں اسلامی اوقاف کا بہت اہم رول رہا ہے، ہر دور میں باتوفیق اہل ثروت مسلمان مختلف دینی، علمی، سماجی ورفاہی مقاصد کے لئے چھوٹے بڑے اوقاف قائم کرتے رہے اوران اوقاف کے ذریعہ بہت سے وہ کام انجام پاتے رہے جنہیں دور حاضر میں وزارت تعلیم، وزارت صحت وغیرہ انجام دیا کرتی ہیں۔

اس بات کی شدید ضرورت محسوس کی جاتی ہے کہ قدیم اوقاف کی حفاظت کے ساتھ مسلمانوں میں نئے اوقاف قائم کرنے کا رجحان پیدا کیا جائے بلکہ اس رجحان کو مہمیز کرنے کی کوشش کی جائے تاکہ وقف کی یہ سنت (جس میں مسلم سماج بلکہ انسانی سماج کے لئے بے شمار فوائد ہیں) مسلسل فروغ وترقی پاتی رہے۔ دور حاضر میں ایسے مختلف میدان ملکی وعالمی سطح پر ظاہر ہو چکے ہیں جن کے لئے اوقاف قائم کرنے اوران کا مستحکم نظام بنانے کی ضرورت ہے۔ اس احساس کے ساتھ درج ذیل امور آپ کی خدمت میں پیش ہیں، تاکہ ان کے بارے میں آپ کے مطالعہ وفکر سے استفادہ کیا جائے اوران کی روشنی میں کچھ ایسی تجاویز چودہویں فقہی سمینار میں پیش کی جاسکیں جو اوقاف کے سلسلہ میں امت کی بہترین رہنمائی کرسکیں۔

۱۔ مطلقہ اور بیوہ عورتوں کے لئے اوقاف:

موجودہ دور میں ایک اہم مسئلہ مطلقہ اور بیوہ عورتوں کا ہے جو معاشی طور پر انتہائی کمزور اور بے سہارا ہوتی ہیں، اسلام کا نظام نفقہ مسلم

سماج میں رائج نہ ہونے کی وجہ سے وہ اعزہ واقرباء جن پر یہ معاشی کفالت لازم ہے اور معاشی طور پر ایسی عورتوں کی کفالت کر سکتے ہیں وہ بھی اپنی ذمہ داری کو ادا نہیں کرتے، نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ غریب خاندانوں ہی کی نہیں بلکہ بعض اوقات معزز اصحاب ثروت خاندانوں کی مطلقہ اور بیوہ عورتیں معاشی بدحالی کا شکار ہوتی ہیں، ان کی اس بدحالی سے فائدہ اٹھا کر انہیں معاشی خوشحالی کا سنہرا خواب دکھا کر غلط راہوں پر ڈالا جاتا ہے، بعض اوقات آزادی نسواں کا نعرہ بلند کرنے والی بعض تنظیمیں انھیں اچک لیتی ہیں اور ان کے ذریعہ ملکی عدالتوں اور قومی پریس میں اسلامی تعلیمات کو ہدف بناتی ہیں، کیا ان حالات میں ایسا مناسب نہیں ہے کہ ملک کے مختلف شہروں اور علاقوں میں ایسے اوقاف قائم کئے جائیں جن کے ذریعہ ایسی فقر وفاقہ سے دوچار پریشان حال عورتوں کا باعزت معاشی تکفل ہو اور انہیں دردر کی ٹھوکریں کھانے سے بچایا جاسکے۔

۲۔ تعلیمی مقاصد کے لئے اوقاف:

مسلمانوں میں تعلیم کا فیصد دوسری قوموں سے بہت کم ہے، جہالت اور ناخواندگی کی وجہ سے مسلمان قسم قسم کی سماجی خرابیوں میں مبتلا ہیں، اس بات کا عام احساس ہے کہ مسلمانوں میں تعلیم کا فیصد بہت کم اور تعلیم کا معیار دوسری اقوام سے کافی پست ہے، دینی تعلیم سے ہمارے بہت سے بچے محروم رہتے ہیں اور عصری تعلیم کے میدان میں بھی ان کا معیار کافی پست ہے، حالانکہ اللہ کی دی ہوئی ذہانت اور علمی وفکری صلاحیتیں اس امت کے بچوں اور نوجوانوں میں دوسری اقوام سے ہرگز کم نہیں ہیں، عام طریقہ سے معاشی بدحالی کی وجہ سے ہمارے ذہین ترین بچے جو علم کے مختلف میدانوں میں نئے اکتشافات کر سکتے ہیں، زیور تعلیم سے آراستہ نہیں ہوپاتے، اس تناظر میں اس بات کا احساس بار بار ہوتا ہے کہ کاش تعلیمی مقاصد کے لئے ہمارے لئے منظّم اوقاف ہوتے اور ان کا بہترین نظم ونسق ہوتا تاکہ ہمارا کوئی بچہ معاشی کمزوری کی وجہ سے دین ودنیا کی تعلیم سے محروم نہ رہے اور اپنے ذہین ترین بچوں کو اعلی تعلیم کے لئے ہم ایسے تمام وسائل فراہم کرسکیں جن کی مدد سے وہ مقابلہ کی اس دوڑ میں دوسری اقوام سے بازی لے جاسکیں، اس پس منظر میں آپ سے گذارش ہے کہ تعلیمی اوقاف کی اہمیت اور اس کی مختلف شکلوں کے بارے میں آپ کے ذہن میں جو باتیں ہوں وہ تحریر فرمائیں۔

۳۔ مریضوں کے لئے اوقاف:

دور حاضر میں انسانی آمدنی کا ایک بڑا حصہ علاج معالجہ پر خرچ ہو رہا ہے، دن بدن علاج مہنگا ہوتا جارہا ہے، خوشحال لوگوں کے لئے بھی علاج معالجہ کے اخراجات ادا کرنا مشکل ہو رہا ہے، خاص طور سے بعض انتہائی مہلک اور سنگین امراض (مثلاً کینسر، ایڈز وغیرہ) کے دواعلاج کے مصارف غیر معمولی ہوتے ہیں، جن کا علاج سماج کے متوسط طبقہ کے لئے بھی ممکن نہیں ہوتا، ہمارے سماج میں ایسے مریضوں کی تعداد روز بروز بڑھتی جارہی ہے جو اپنے دواعلاج سے عاجز ہوتے ہیں، اسلام دین رحمت ہے، انسانوں کی خدمت اور راحت رسانی اس کی تعلیمات کا ایک اہم حصہ ہے، مسلم ادوار حکومت میں مریضوں کے لئے بھی اوقاف قائم کئے جاتے تھے، اب اس میں کافی کمی آگئی ہے، اس بات کی ضرورت کا شدت سے احساس عام طور پر کیا جارہا ہے کہ ایسے مریضوں خصوصاً سنگین امراض (کینسر وغیرہ) کے مریضوں کے لئے جو علاج معالجہ کے مصارف اٹھانے پر قادر نہیں ہیں، مختلف اوقاف قائم کئے

جائیں، ان کے تحت اسپتال، طبی مراکز وغیرہ قائم ہوں جہاں علاج معالجہ کا اطمینان بخش نظم ہو، طب وصحت کے میدان میں اوقاف قائم کرنے اور ان کا نظم ونسق چلانے کے بارے میں کتاب وسنت اور فقہ اسلامی کی روشنی میں جو تجاویز آپ کے ذہن میں ہوں انہیں تحریر فرمائیں۔

۴۔ تحفظ شریعت ودعوت دین کے لئے اوقاف:

اوپر ذکر کردہ مقاصد کے علاوہ اور مختلف مقاصد مثلاً تبلیغ ودعوت، صحافت وابلاغ،، دفاع عن الدین وغیرہ کے لئے مختلف قسم کے اوقاف قائم کئے جاسکتے ہیں، خلاصہ یہ ہے کہ دور حاضر کے حالات اور تقاضوں کی روشنی میں جن مقاصد اور جن کاموں کے لئے اوقاف قائم کئے جانے کی ضرورت ہے اور ان اوقاف کو زیادہ سے زیادہ مفید اور ثمر آور بنانے کے لئے جو طریقے اختیار کئے جاسکتے ہیں ان کی نشاندہی کی جائے اور اس سلسلہ میں اپنی قیمتی تحقیقات وآراء سے استفادہ کا موقع دیا جائے۔

☆☆☆

تجاویز:

چودھواں فقہی سمینار

۱-۳/جمادی الاول ۱۴۲۵ھ مطابق ۲۰-۲۲/جون ۲۰۰۴ء، حیدرآباد

اسلامک فقہ اکیڈمی (انڈیا) کا چودھواں فقہی سمینار ہندوستان کے مشہور تاریخی شہر حیدرآباد میں واقع ممتاز دینی درسگاہ دارالعلوم سبیل السلام میں مورخہ ۲۰-۲۲/جون ۲۰۰۴ء کو منعقد ہوا جس میں حضرت مولانا محمد رابع حسنی ندوی دامت برکاتہم (صدر آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ)، مفتی محمد ظفیر الدین مفتاحی (صدر اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا)، مولانا بدرالحسن قاسمی (نائب صدر اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا) وغیرہ دیگر ممتاز علماء نے شرکت کی، اسی طرح کویت، سعودی عرب اور ایران سے تشریف لائے مہمانان ذی وقار کی بھی اس سہ روزہ سمینار میں شرکت رہی، اس سمینار میں پانچ موضوعات زیر بحث لائے گئے، جن پر بحث ومناقشہ کے بعد شرکاء سمینار نے مندرجہ ذیل تجاویز منظور کیں:

مسلم وغیر مسلم تعلقات:

۱- اسلام کا اپنا ایک مستقل نظام حکمرانی ہے۔ لیکن موجودہ عالمی حالات میں دوسرے غیر اسلامی نظامہائے حکومت کے مقابلہ میں مروج جمہوری نظام ہی مسلم اقلیتوں کے لئے قابل ترجیح ہے۔ لہذا اس نظام کے تحت مسلمانوں کا الیکشن میں حصہ لینا، امیدوار بننا، ووٹ دینا اور کسی امیدوار کے لئے انتخابی مہم چلانا جائز ہے۔

۲- مسلمانوں کے ملی اور مذہبی مفادات کا تقاضا ہے کہ وہ ووٹ دینے کا قانونی حق بھرپور طریقہ سے استعمال کریں۔

۳- جن سیاسی جماعتوں نے اعلانیہ، اسلام اور مسلمانوں کی مخالفت کو اپنی جماعت کا مقصد بنالیا ہو، ان میں مسلمانوں کی شمولیت جائز نہیں اور ان کے کسی امیدوار کو ووٹ دینا بھی جائز نہیں ہے، خواہ وہ ذاتی طور پر نیک خصلت ہو۔

۴- جمہوری سیکولر سیاسی پارٹیوں سے ملی مفادات کے تحت معاہدے کئے جاسکتے ہیں۔

۵- ملک اور انسانیت کے نفع اور معاشرہ میں عدل وانصاف اور امن وسلامتی کی فضا قائم کرنے کے لئے غیر مسلموں کے ساتھ مل کر کام کیا جاسکتا ہے اور ان کے اشتراک سے تنظیمیں بھی قائم کی جاسکتی ہیں۔

۶- مسلمانوں کو ایسی جگہ رہائش اختیار کرنی چاہئے جہاں وہ اپنے دین وایمان اور اپنے تشخص کو برقرار رکھ سکیں اور تعلیم وتربیت کا ایسا انتظام کرنا چاہئے جس سے اپنے دینی وملی تشخص کی حفاظت کرسکیں۔

۷- اسلام میں غیر مسلم پڑوسیوں اور اہل تعلق کے بھی حقوق ہیں، اس لئے ان کی بیماری وغم کے موقعوں پر ان کی عیادت وتعزیت کی جائے گی۔

۸- وندے ماترم جیسے گیت میں شرکیہ الفاظ ہیں اور ہندوستان کی سرزمین کو معبود کا درجہ دیئے جانے کا تصور پایا جاتا ہے، اس لئے مسلمانوں کے لئے اس جیسے گیت کا پڑھنا شرعاً حرام ہے۔ اور ان پر اس سے احتراز کرنا لازم ہے۔

۹- اگر غیر اسلامی قانون شہادت یا دوسرے قوانین کی بنیاد پر کسی مسلمان کے حق میں خلاف شرع فیصلے ہو جائیں تو اس کے لئے اس سے استفادہ جائز نہیں ہے۔ یہ سمینار تمام مسلمانون سے اپیل کرتا ہے کہ اپنے تنازعات دار القضاء ہی میں لے جائیں اور وہاں جو فیصلہ ہو اس کو قبول کریں اور اس کے مطابق عمل کریں۔ یہ اس لئے بھی ضروری ہے کہ بعض مقدمات میں مسلمان قاضی کا فیصلہ ہی شرعا معتبر ہے۔

۱۰- وحدت ادیان کا تصور غیر اسلامی ہے اور کتاب وسنت کی رو سے باطل اور عملی طور پر غیر مفید ہے، بلکہ یہ دراصل اسلام کے تشخص کو مٹانے کی ایک گہری سازش اور مسلمانوں کو گمراہی پر ڈالنے کی ایک ناپاک کوشش ہے۔ اس لئے مسلمانوں کو ایسے فتنہ سے بچنا چاہئے۔

۱۱- اسلام انسانیت کا احترام کرتا ہے، اس لئے مسلمانوں کے لئے حتی المقدور انسانی ہمدردی کی بنیاد پر مظلوم غیر مسلم بھائیوں کی مدد کرنا ان کا اخلاقی اور مذہبی فریضہ ہے۔

۱۲- مسلمانوں کی طرف سے چلائے جانے والے خدمت خلق کے اداروں مثلاً ہاسپیٹل وغیرہ کے ذریعہ بلا تفریق مذہب تمام لوگوں کی خدمت واعانت کرنی چاہئے، یہی انسانی ہمدردی اور اسلامی تعلیمات کا تقاضا ہے، البتہ اس کا لحاظ رکھنا ضروری ہے کہ زکاۃ کی رقم صرف مستحق مسلمانوں ہی پر خرچ کی جائے۔

۱۳- اسلامی تعلیمات کا تقاضا ہے کہ قدرتی آفات کے موقع پر مسلم تنظیموں کی جانب سے برادران وطن کے ساتھ بھی حسن سلوک کیا جائے اور ان کے ساتھ ہمدردانہ رویہ اختیار کیا جائے۔

اسلام اور امن عالم:

۱- تشدد کا ہر وہ عمل جس کے ذریعہ کسی فرد یا جماعت کو کسی شرعی جواز کے بغیر خوف وہراس میں مبتلا کیا جائے یا اس کی جان ومال، عزت وآبرو، وطن ودین اور عقیدے کو خطرے سے دوچار کیا جائے دہشت گردی ہے، خواہ یہ عمل کسی فرد کی طرف سے ہو یا جماعت وحکومت کی طرف سے۔

۲- کسی بھی حکومت وریاست کی طرف سے ایسی تدبیریں اختیار کرنا جن سے کسی فرد اور جماعت کو اس کے واجبی حقوق سے محروم کیا جائے، یا ان کو کسی طرح کا نقصان پہنچایا جائے دہشت گردی میں داخل ہے۔

۳: الف- کسی بھی طرح کی ناانصافی کے خلاف مناسب اور مؤثر طریقہ پر آواز کا اٹھانا مظلوم کا ایک حق ہے۔

ب- مظلوم کی طرف سے ظلم کا دفاع دہشت گردی نہیں ہے۔

۴- ظلم کرنے والوں کا تعلق جس طبقہ اور گروہ سے ہو، اس کا بے قصور افراد سے ظلم کا بدلہ لینا جائز نہیں ہے۔

۵- دہشت گردی کے سد باب کی صورت یہ ہے کہ تمام لوگوں کو مساوی طریقہ پر عدل وانصاف فراہم کیا جائے، انسانی حقوق کا مکمل احترام، جان ومال اور آبرو کا مکمل تحفظ کیا جائے، نسلی، قبائلی، مذہبی اور لسانی امتیازات کا لحاظ کئے بغیر تمام انسانوں کو باعزت زندگی گذارنے کا موقع دیا جائے۔

۶- کسی کی جان ومال اور عزت وآبرو پر حملے کی صورت میں اس کو مدافعت کرنے کا پورا حق حاصل ہے۔

جلاٹین:

۱- جلاٹین ایک نامیاتی (Organic) مرکب ہے، جو ایک قسم کا پروٹین ہے۔ یہ جانوروں کی کھال اور ہڈیوں میں موجود ایک دیگر قسم کے پروٹین کولاجن (Collagen) سے کیمیائی تبدیلیوں کے بعد بنایا جاتا ہے۔ جو کیمیائی اور طبعی طور سے کولاجن سے یکسر مختلف ایک نئی قسم کے پروٹین کی شکل اختیار کرلیتا ہے، اور اپنی رنگت، بو، ذائقہ اور کاصیات میں بھی کولاجن سے جدا ہوتا ہے۔

۲- شریعت نے جن اشیاء کو حرام قرار دیا ہے اگر ان کی حقیقت اور ماہیت تبدیل ہوجائے تو ان کا سابق حکم باقی نہیں رہتا ہے۔ کسی شئ کے وہ خصوصی اور بنیادی اوصاف جن سے اس شئ کی شناخت ہوتی ہے، وہی اس شئ کی حقیقت و ماہیت ہیں۔ اکیڈمی کے سامنے فنی ماہرین کے ذریعہ جو تحقیق سامنے آئی ہے، اس کے مطابق جلاٹین میں ان جانوروں کی کھالوں اور ہڈیوں کی حقیقت باقی نہیں رہتی ہے جن کے کولاجن سے جلاٹین بنایا جاتا ہے۔ بلکہ وہ ایک نئی حقیقت کے ساتھ نئی چیز ہوجاتی ہے۔ اس لئے اس کے استعمال کی گنجائش ہے۔ ماہرین کی رائے میں اختلاف کے پیش نظر شرکاء سمینار میں سے مولانا بدرالحسن قاسمی نے حرام جانوروں کے اجزائے جسم سے حاصل شدہ جلاٹین کے استعمال سے گریز کرنے کو ترجیح دی۔

۳- فقہاء کے اختلاف اور غذائی اشیاء کی اہمیت ونزاکت کو سامنے رکھتے ہوئے سمینار مسلمان صنعت کاروں سے اپیل کرتا ہے کہ وہ حلال جانور اوراس کے حلال اور پاک اجزاء سے جلاٹین تیار کریں، تاکہ اس کے حلال و پاک ہونے میں کوئی شبہ نہ رہے۔

الکحل:

۱- الکحل ایک کیمیائی مادہ ہے، جو مختلف پھلوں اور اناج کے نشاستہ (Carbohydrate) یا شکر سے بنایا جاتا ہے، اس کی بہت ساری قسمیں ہیں جن میں صرف ایک قسم نشہ آور ہے۔

۲- بعض دواؤں میں ایتھائیل الکحل (Ethyl Alcohol) کا استعمال ہوتا ہے، یہ الکحل نشہ آور ہے، اور دوا میں شامل ہونے کے بعد بھی اس کی حقیقت نہیں بدلتی لیکن علاج ومعالجہ کے باب میں شریعت نے جو سہولت روا رکھی ہے اس کے تحت مجبوراً الکحل آمیز ادویہ کا استعمال درست ہے۔

۳- عطریات میں جو الکحل استعمال ہوتا ہے، فنی ماہرین کی تحقیق واطلاع کے مطابق وہ نشہ آور نہیں ہے۔ اس لئے یہ ناپاک نہیں ہے۔

نئے وقف کا قیام:

وقف کو اسلامی تاریخ میں بڑی اہمیت حاصل رہی ہے، اور وقف کے ذریعہ بڑے بڑے تہذیبی وتمدنی، فلاحی اور رفاہی کارنامے انجام دیئے گئے ہیں، اس حقیقت کو پیش نظر رکھتے ہوئے سمینار نے درج ذیل امور طے کئے ہیں:

۱- ہندوستان میں مسلم اوقاف کو سرکاری وغیر سرکاری ناجائز قبضوں سے واگذار کرنے، اور وقف کی جائیداد کو جدید امکانات اور شرعی ضابطوں کی رعایت کرتے ہوئے بڑھانے، نفع آور بنانے اور ان کی سرمایہ کاری کرنے کی کوشش کی جائے۔

۲- بیواؤں، مطلقہ عورتوں، یتیموں، بیماروں اور دیگر ضرورت مندلوگوں کی حاجت روائی کے لئے نئے اوقاف کا قیام عمل میں لایا جائے۔

۳- ضرورت مند طلبہ کی اعانت اور ان کے لئے اسکالرشپ وغیرہ کی فراہمی کے لئے ’’فنڈ برائے تعلیمی امور‘‘ قائم کیا جائے۔

۴- دینی مراکز اور اسلامی مدارس کی تقویت کے لئے ’’فنڈ برائے دینی مراکز‘‘ کا قیام عمل میں لایا جائے۔

۵- ان تمام شعبوں کے لئے اہل خیر حضرات کو چاہئے کہ دل کھول کر حصہ لیں جو انشاء اللہ ان کے لئے صدقہ جاریہ ہوگا۔

✧ ✧ ✧